ضمیر لالہ میں روشن چراغ آرزو کردے
چمن کے ذرہ ذرہ کو شہید جستجو کردے

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ طاہر کا ہے انداز بیاں اور

نظامت جلسہ

نظر فرمودہ:

مفتی شکیل احمد صاحب سیتاپوری

سابق مدرس دارالعلوم دیوبند

اقتباس از کلام:

حضرت مولانا ابوحمزہ محمد طاہر صاحب بلرامپوری

استاذ عربی ادب جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ، یو-پی

ترتیب وپیشکش :

محمد عارف ثاقبیؔ

نام کتاب : نظامت جلسہ

ترتیب وپیشکش : محمد عارف ثاقبی

تعداد اشاعت : ١٠٠٠

کمپوزنگ : محمد شہنواز عالم، 9304554877

سن اشاعت : ٢٠١٦

ناشر : مکتبہ اقبال، گوونڈی، ممبئ

رابطہ نمبر:- 9594065948

انتساب

مشفق والدین

اور

مادر علمی جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ

تقریظ

جلسے اور مشاعرے میں خطیب اور شاعر سامعین کی طرف متوجہ رہتا ہے، اور سامعین خطیب وشاعر کی جانب متوجہ رہتے ہیں، اس دوطرفہ توجہ میں اگر کمی ہوتی ہے تو جلسہ اور مشاعرے میں گرما گرمی نہیں رہتی۔

ہم آہنگی سے ہے محفل جہاں کی — اسی سے ہے بہار اس بوستاں کی

اناؤنسر یا ناظم جلسہ کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اس آہنگی اور یگانگت کو قائم رکھے اور محفل کو بے جان نہ ہونے دے۔ اسی لئے ضروری ہے کہ ناظم جلسہ یا ناظم مشاعرہ خود بھی کسی درجہ میں خطیب اور شاعر ہو، تا کہ وہ ادراک کر سکے کہ آہنگی کا فقدان کہاں سے ہو رہا ہے اور اس کی تلافی کیسے کی جاسکتی ہے، اور اگر ناظم جلسہ اس شعور سے محروم ہے تو سرگرمی کے فقدان کی تلافی نہیں کرسکتا۔

مشکل ہے میرے ٹوٹے ہوئے دل کا جوڑنا — سمجھو تو پہلے کون سے ریزے کہاں کے ہیں

نظامت جلسہ میں جلسے کے عنوان کی اہمیت پر روشنی ڈالنا، اور مقرر کا تعارف اور اس کی اہمیت کو سامعین کے دلنشیں کرنا ناظم کے فرائض میں داخل ہے، سامعین متکلم کیلئے ہمہ تن گوش رہیں اور مجمع کی دلچسپی اور دلجمعی برقرار رہے اس کے لئے وقتاً فوقتاً چست فقروں، برجستہ شعروں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ نظامت جلسہ کے فرائض میں سے عہدہ براں ہونے کیلئے کبھی کبھی ناظم کو خطیب اور سامع کے درمیان نہایت شائستہ مداخلت بھی کرنی پڑتی ہے، زیر نظر کتاب نظامتِ جلسہ میں ان خوبیوں کی طرف توجہ دی گئی ہیں، بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو وہبی اور عطائی ہوتی ہیں، بہت سے لوگ فطرتاً ناظم اور اناؤنسر ہوتے ہیں، ان کے لئے اشارات اور اجمالی رہنمائی کافی ہوتی ہے، کسی فن کے تمام تفصیلات کوئی کتاب نہیں پیش کرسکتی، تجربہ اور مشق ومزاولت سے وہ فن خود بخود آجاتا ہے۔

ع — محبت تجھ کو خود آداب محبت سکھادے گی

نظامت سے دلچسپی رکھنے والے حضرات سے سفارش کی جاتی ہے کہ وہ محمد عارف ثاقبی کی کتاب سے استفادہ کریں، اور طلباء اس کو ہاتھوں ہاتھ لے کر مرتب کی حوصلہ افزائی کریں، اللہ تعالیٰ اس کو قبولیت عام عطا فرمائے۔ (آمین)

شکیل احمد
سابق مدرس دار العلوم دیوبند
۱۸/ اپریل ۲۰۱۶ء

مقدمہ

نظامت کے سلسلے کے کئی رسائل نظر سے گذرے اسلوب نرالا، الفاظ کی بھر مار، لیکن آورد کا تکلف یہ کتابچہ مولوی محمد عارف سلمہٗ نے ترتیب دیا ہے جس میں ورود کی بے تکلفی محسوس ہوتی ہے ناظم کو حاضر دماغ ہونا چاہیے اور ضروری بات یہ کہ بے اعتدالی سے بچے اور لوگوں کو بچائے، نیز یہ دھیان رکھے کہ بلاتے وقت

کرسی خطابت پر بلانا ہے، یا اسٹیج پر، اور شعراء کا عام مزاج قیام کا ہوتا ہے، تو انہیں بلاتے وقت کہے کہ مائک پر تشریف لائیں، نہ کہ کرسئی خطابت پر، آغاز ہی میں بیٹھنے اور آپ ﷺ پر درود بھیجنے، کب بھیجنے، کیسے بھیجنے، کا شرعی طریقہ بتادے اسی طرح اگر خطیب چھوٹا ہے تو کہے کہ میں عزیزم محمد فلاں سلمہٗ کو دعوت دیتا ہوں کہ آئیں، اور ہم عمر ہے تو کہے کہ میں مولانا محمد فلاں صاحب سے التماس کر رہا ہوں اور اگر بڑا ہو تو وہ کہے جو اس کتابچہ کے اندر موجود ہے نظامت کے لئے اشعار کی کثرت پختگی کے ساتھ لازم ہے چند سطور لف ونشر غیر مرتب کے طور پر لکھ دی گئی ہیں۔

اللہ ان کی محنت قبول فرمائے -(آمین)

بندہ ابوحمزہ بلرام پوری
خادم جامعہ عربیہ ہتورا باندہ

پیش لفظ

الحمد للّٰہ و کفی و سلام علٰی عبادہ الذین الصطفی أما بعد:

مسجد کا ممبر ہو، یا ایوان کی کرسی، اپنے حق کا مطالبہ ہو، یا کالے بل جیسے منکر کے خلاف احتجاج، بات افہام وتفہیم کی ہو، یا مسئلہ سیاست وسماج کا ہو، گفتگو ابلاغ کی ہو، یا صحافت ومیڈیا کی، بات کہیں کی بھی ہو، کسی کی بھی ہو۔ الغرض مشرق سے لے کر مغرب تک، شمال سے لے کر جنوب تک، زمین سے لے کر آسمان تک، دنیا کے گوشے گوشے چپے چپے تک، ہر کالے اور ہر گورے تک، ہر عربی وعجمی تک، اللہ کا نام پہچانا ہماری ذمہ داری ہے۔ دین کی تبلیغ اسلام کی ترجمانی ہمارا مشن ہے۔ اور اس مشن کی تکمیل اور احیاء علم دین کے لئے سب سے مؤثر ذریعہ، نطق وکلام زبان وبیان کا ہے۔ اور یہ ہر داعی ومبلغ، ہر مترجم ومعلم، عالم وطالب علم کی جان وشان ہے اور کیوں نہ ہو؟۔ کیا اللہ کا کلام اپنی فصاحت وبلاغت، اپنی ترکیب وحلاوت، اپنے افہام وتفہیم میں کلاموں کا بادشاہ نہیں ہے؟ اپنے معانی وبیان میں اپنی مثال آپ نہیں ہے؟ کیا زبان وبیان کی فضیلت کے لئے ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا تھا کہ ''أنا افصح العرب'' تو کبھی ''إن من البیان لسحرا'' اور کہیں ''بلغوا عنیی ولو آیة'' فرما کر تبلیغ دین کے ضمن میں وسیلہ تبلیغ اور لوازمات تبلیغ کی افادیت کو واضح فرمادیا۔ اور کیا ''من رأی منکم منکرافلیغیر فبلسانه'' میں سلیقہ گفتگو اور مزاج کلام اور تاثیر کلام کی اہمیت کی تعلیم نہیں دی؟ اور کیا ''نھی عن المنکر'' میں خطیبانہ لہجہ، ناصحانہ حکمت، اور لین کلام کا پیغام نہیں؟ اور کیا یہ سچ نہیں کہ خطیب اس چشمہ کی طرح ہوتا ہے جس کا پانی اپنے مخزن سے نکل کر صحراؤں، دریاؤں، وادیوں، آبادیوں کو سیراب کرتا ہوا دور تک نکل جاتا ہے۔ کیا اس نفع کی کوئی حد بندی کی جاسکتی ہے؟ بھائیو! نبی داعی تھے ہم بھی داعی ہیں، نبی مبلغ تھے ہم بھی مبلغ ہیں، اور اس حیثیت سے ہمارا ہر فرد داعی، مبلغ ومترجم، مقرر وخطیب اور ناصح ہے۔ اور جب یہ وارثت ہمارے ذمہ ہے تو ہم اپنے اندر وہ اہلیت وصلاحیت پیدا کریں جس سے ان ذمہ داریوں کا حق ادا ہو اور فریضہ کی انجام دہی کرسکیں۔ یا کم سے کم دل کی بات، اور خیالات کا اظہار، اور اپنے حق کا مطالبہ کرسکیں۔ بھائیو! یہ فن ہے اور فن وقت، لگن، ہمت، محنت چاہتا ہے۔ صبر وتحمل اور انتظار چاہتا ہے، اور نئی صبح کا آغاز کبھی بھی ہوسکتا ہے اب بھی۔

خطابت ونظامت کے تئیں کچھ مفید باتیں

دوستو! دعوت دین کا تجربہ رکھنے والوں کا مشورہ ہے کہ مقررین وواعظین کو تین کتابوں کا کثرت سے مطالعہ کرنا چاہئے: (۱) الترغیب والترھیب۔ (۲) ریاض الصالحین (۳) اوراحیاءعلوم الدین جس کواحیاء العلوم بھی کہا جاتا ہے، اس دور میں بیسویں صدی کے نصف سے ہندوستان کے چند علمانے بہت زیادہ اہمیت حاصل کرلی ہے ،اس لئے ان کی کتابوں کا مطالعہ بے حد مفید ہے، ان میں سرفہرست حکیم الامت حضرت تھانوی اور مولانا ابوالکلام آزاد ہیں، ان کی تحریر میں خطیبانہ جوہر نمایاں ہے، ان کا ''الہلال'' جوکئی جلدوں میں شائع ہوا ہے، اور علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ ہیں۔ ان کی تفسیر ''فوائد عثمانیہ'' کے نام سے ترجمہ شیخ الہند کے حاشیہ پر چھپی ہے، علامہ شبلی کی ''الفاروق'' اور علامہ سید سلیمان ندوی کی ''خطبات مدراس''۔ اور جن شعرانے دینی مضامین اور اسلامیات پر طبع آزمائی کی ہے ان میں سرفہرست علامہ اقبال رحمۃ اللہ ہیں ان کا ''شکوہ اور جواب شکوہ'' ازبر یاد کرنا چاہیے خواجہ الطاف حسین حالی کی لاجواب کتاب ''مسدس حالی'' ماہرالقادری کی ''نعتیں''۔ حفیظ جالندھری کا ''شاہنامۂ اسلام'' سے استفادہ کرنا چاہیے، حضرت مولانا علی میاں ندوی کی کتاب ''مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر'' نہایت مفید کتاب ہے، دراصل! پُر اثر اور عمدہ تقریر کے لئے خُلوِّ معدہ ضروری ہے، غذا اور تقریر کے درمیان چند گھنٹوں کا فصل ہونا چاہیے، شکم سیر کو تقریر کے وقت اپنے اعضاء وجوارح اور دل ودماغ کا پورا تعاون نہیں ملتا، شکم سیری کی وجہ سے سانس رکتی ہے گلا پھنستا ہے، دل ودماغ کی یکسوئی متاثر ہوتی ہے، **''شورش کاشمیری''** کہتے ہیں کہ مقرر کو منبر پر بیٹھ کر اپنی تواضع کی نمائش کرنا اور ہیچ مندانی کے ڈنکے پیٹنا تقریر پر برا اثر ڈالتا ہے، سامعین کی نگاہوں میں اس کی وقعت نہیں رہتی، وہ یہ کہتے ہیں کہ جب کچھ جانتا ہی نہیں تو اس کی باتیں جہالت کے سوا کیا ہوسکتی ہیں؟ اسی طرح تعلّی اور ترفع بھی مقرر کے وقار کو گھٹا دیتا ہے، حاصل یہ ہے کہ مقرر کو ان تکلفات سے دور رہنا چاہیے، بعض کتابوں میں ہے کہ خطیب کو اچھی ہیئت میں عوام کے سامنے آنا چاہئے، پراگندگی اور آشفتگی کے ساتھ عوام کے روبرو ہونا منا سب نہیں، اسی طرح خطیب کو کثرت اختلاط سے احتراز کرنا چاہیے، تاکہ اس کی ندرت باقی رہے، اور ایسا محسوس ہو کہ مجمع کے افق پر ابھی طلوع ہو رہا ہے، ممبرِ خطابت پر خطیب کو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے تواضع کے ساتھ بیٹھنا چاہئے، مقصود یہ ہے کہ وعظ کی معیاریت برقرار رہے، واعظ عوام کا مرکز بنے، اس کے ذریعہ مسلمانوں میں مرکزیت قائم ہو ، ہرکس وناکس کے واعظ بننے سے لامرکزیت پیدا ہوگی، اور **''جاحظ''** کی رائے کے مطابق (**ینبغی للخطیب أن یکون رابط الجأش وساکن الجوارح قلیل اللحظ متخیر اللفظ لایکلم سید الأمة بکلام الامة ولا الملوک بکلام السوقة**) خطیب کو قوی القلب ہونا چاہئے، اس کو مرعوب نہ ہونا چاہئے، وہ جب خطاب کے لئے بیٹھے تو پرسکون رہے، اعضا کو زیادہ حرکت نہ دے، نہ ادھر ادھر دیکھے، الفاظ میں انتخاب سے کام لے اور

منتخب الفاظ استعمال کرے، فرق مراتب کا لحاظ رکھے، سرداران قوم سے بازاری گفتگو نہ کرے اور نہ بادشاہوں سے عوام کی طرح خطاب کرے، **علامہ شبلی** لکھتے ہیں کہ خطابت کا مقصود جذبات اور احساسات کو برانگیختہ کرنا ہے، خطیب حاضرین سے خطاب کرتا ہے، وہ حاضرین کے مزاق، معتقدات اور میلان طبع کی جستجو کرتا ہے، تاکہ اس کے لحاظ سے تقریر کا ایسا پیرایہ اختیار کرے جس سے ان کے جذبات کو برانگیختہ کر سکے، اور اپنے کام میں لا سکے خطابت لوگوں سے ملنے جلنے اور راہ و رسم رکھنے کا ثمرہ ہے، خطیب کے اندرونی احساسات تیز اور مشتعل ہوتے ہیں اور وہ دوسروں کے جذبات اور احساسات کا نباض ہوتا ہے، ''**شورش کاشمیری**'' اپنی کتاب ''ابوالکلام آزاد'' میں لکھتے ہیں: خطاب کے فن پر جو معیاری کتابیں مغرب میں طبع ہوئی ہیں، یا جن کی بنیادیں یونان و روما کے مشہور خطبا کے فنی روایتوں سے اٹھائی گئی ہیں ان کے مطابق ایک خطیب کے بنیادی اوصاف یہ ہیں: (۱) بے ریا کردار (۲) شخصی عظمت (۳) بلند نصب العین (۴) اخلاص فی العمل (۵) صداقت شعاری (۶) وجاہت ذاتی (۷) معلوماتی ذہن (۸) نستعلیق اشارات (۹) طلاقت لسانی (۱۰) بے عیب آواز (۱۱) صحیح تلفظ (۱۲) حاضر جوابی (۱۳) برجستہ گوئی (۱۴) موقع شناسی (۱۵) وحدتِ مقصد (۱۶) طبعی ہمدردی (۱۷) نفسیات سے آگاہی (۱۸) لگاتار مطالعہ (۱۹) عمیق مشاہدہ، اور خطاب کے اجزائے ترکیبی یہ ہیں: (۱) سلاست (۲) ذہانت (۳) ظرافت (۴) تکنیک (طریق) (۵) اسلوب (۶) انفرادیت (۷) آواز (۸) لہجہ (۹) اشارات (۱۰) استدلال (۱۱) تجربہ (۱۲) تمثیلات۔

الغرض خطابت ایک فن نہیں بلکہ کئی فنون کا مجموعہ ہے، وہ شاعری بھی ہے، انشا پردازی بھی ہے، علم بھی ہے ادب بھی، بذلہ (لطیفہ) بھی، استدلال بھی، مصوری بھی، موسیقی بھی، یہ کوئی معمولی چیز نہیں کہ مجمع اکائی میں بدل جائے، اور ہزار ہا دماغوں کا ہجوم، ایک وجود کی طرح ہو کہ سمع و بصر کی وحدت قائم ہو جائے یہ اعجاز صرف خطابت ہی میں ہے تقریر کا ملکہ تو وہبی ہوتا ہے، لیکن تقریر محض ملکہ ہی نہیں تقریر نام ہے مواد کا اور مواد سب کا سب کسبی ہوتا ہے، جو شخص خالی الذہن ہوگا وہ تقریر کا ملکہ رکھنے کے باوجود کبھی مقرر نہ ہو سکے گا، تقریر علم چاہتی ہے، اور ہر لمحہ علم سے جوان ہوتی ہے، پھر تقریر محض علم ہی نہیں اس کو زبان کی ضرورت ہے، اور علم و زبان کا خطابت میں ڈھالنا اوصاف بالا کے بغیر ممکن نہیں۔ (ابوالکلام ص ۲۴۱، ۲۴۲) **المستفاد من الشیخ شکیل احمد سیتافوری.**

رہی بات اس کاپی اور دفتر کی تو اساتذہ کے ساتھ جلسوں کی آمد و رفت کی وجہ سے اپنی یادداشت کے لئے تیار کی گئی تھی، اور اب صدیق محترم مولانا محمد سعید بلرام پوری استاذ شعبۂ حفظ جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ۔ اور رفیق محترم محمد اسلم میواتی، محمد بلال ممبئ (متعلم جامعہ ھذا) کی مساعدت و تحریض سے افادۂ عام کے لئے منصۂ شہود پر لایا جارہا ہے۔/

فقط والسلام

محمد عارف ثاقبی

(۱) تمہید

الحمد للّٰہ و کفیٰ و سلامٌ علی عبادہ الذین الصطفی أما بعد فأعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم لئن شکرتم لأزیدنَّکم و لإنْ کفرتم إنِّ عذابی لشدید صدق اللّٰہ العلی العظیم.

ہر ایک کام سے پہلے ہم یہ کام کرتے ہیں — میرا اصول ہے پہلے سلام کرتے ہیں
مخالفت سے میری شخصیت سنورتی ہے — ہم دشمنوں کا بڑا احترام کرتے ہیں
انجام اس کے ہاتھ ہے آغاز کر کے دیکھ — بھیگے ہوئے پروں سے پرواز کر کے دیکھ

مناجات

الٰہی تیری چوکھٹ پہ بھکاری بن کے آیا ہوں — سراپا فقر ہوں عجز و ندامت ساتھ لایا ہوں
بھکاری وہ کہ جس کے پاس جھولی ہے نہ پیالہ ہے — بھکاری وہ جسے حرص و ہوا نے مار ڈالا ہے
متاع دین و دانش نفس کے ہاتھ لٹوا کر — سکون قلب کی دولت ہوس کے بھینٹ چڑھوا کر
لٹا کر عمر ساری غفلت و عصیاں کے دلدل میں — سہارا لینے آیا ہوں تیرے کعبے کے آنچل میں

(۲) تمہید

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہٖ الکریم امابعد:

ہے کمال رتبۂ مصطفیٰ بَلَغَ العُلیٰ بکمالہٖ — یہ اثر ہے ان کے جمال کا کَشَفَ الدُّجیٰ بِجمالہٖ
کسی ایک ادا کی تو بات کیا حسُنت جمیعُ خِصالہٖ — وہ خدا کا جس نے پتہ دیا صلُّوا علیہ و اٰلہٖ

(۱) دوستو: آج کی عظیم الشان خوش کن کانفرنس اپنی جلوہ سامانیوں کے ساتھ کامیابیوں کی راہ طے کرے گی انشاء اللہ اس لئے کہ کرنے والوں میں بھی اخلاص ہے، اور سامعین بھی ہمہ تن گوش نظر آرہے ہیں، آج کی کانفرنس کی صدارت کا سہرہ ایک عظیم شخصیت کے سر باندھا گیا ہے، جس کو لوگ حبیب الملت قائد اعظم رہنمائے قوم حضرت مولانا فلاں صاحب دامت برکاتہم کے نام سے جانتے ہیں، اراکین بزم سے تائید کی قوی امید کرتا ہوں۔

تواضع کا طریقہ دوستو سیکھو صراحی سے   کہ جاری فیض بھی ہے اور جھکی جاتی ہے گردن بھی

آیئے اس رسم کی ادائیگی کے بعد اس کانفرنس کا آغاز اُس عظیم کلام سے کیا جائے۔کہ

نظیر اس کی نہیں ملتی کوئی ثانی نہیں ملتا   بھلا کیوں کر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں کا

میں گزارش کر رہا ہوں ایک باکمال فنکار مخصوص لب ولہجہ کے مالک قاری القراء ماہر تجوید جناب فلاں صاحب دامت برکاتہم سے کہ حضرت تشریف لائیں اور قرآن کریم کی تلاوت باسعادت سے سامعین کے دلوں کو منور ومجلّٰی فرمائیں۔

آغاز ہوا اس محفل کا قرآں کی تلاوت سے   اس نور سے پا جائیں ہم راستہ منزل کا

(۲) دوستو! ہماری یہ مجلس اور محفل، دنیا کے قاتل وسفاک کے منہ پر طمانچہ اور باطل کے لئے یلغار ہے ،لیکن ہمارے لئے سراپا خیر وبرکت کا باعث ہے اسی کو شاعر کہتا ہے:

ناز کرتا ہے فلک ایسی زمیں پر اسعدؔ   جس پہ دو چار گھڑی ذکر خدا ہوتا ہے

سامعین! دنیا کے بے شمار ادیان ومذاہب کے بیچ مذہب اسلام نے اپنی تعلیمات کی آفاقیت، اپنے پیغامات کی عظمت، اپنے دامن کی بے پناہ وسعت، اور اپنے مزاج کی حد درجہ نرمی اور سہولت کی بنیاد پر ایک منفرد اور نمایاں مقام حاصل کیا ہے، مذہب اسلام نے ہمیشہ انسانیت نوازی کی تعلیم دی ہے، امن وسلامتی کا نعرہ لگایا ہے، صلح وآشتی کی پاسداری کی ہے، اور ہمدردی ورواداری کا علم بردار رہا ہے۔ الغرض اسلام کی نظیر نہ کل تھی، نہ آج ہے، اور نہ ہی قیامت تک کوئی پیش کر سکے گا، انشاء اللہ۔

ہمارے باغ میں امن واماں کے پھول کھلتے ہیں   ہمارا کام ہے انسان کو انساں بنا دینا

خدا کا شکر ہے کہ آج کی اس سرزمین پر ہمارے بزرگوں اور دوستوں نے ایک ایسی عظیم الشان مجلس منعقد کی ہے کہ جہاں صرف اور صرف محبت، شفقت، بھائی چارگی، امن، تہذیب، شرافت، صداقت، حقانیت، انسانیت، وحدانیت، یکتائیت کی بات کی جائیے گی، جہاں وحشت وبربریت، نفرت، دہشت گردی، انتہا پسندی کا جنازہ نکالا جائے گا۔

اس عظیم الشان محفل میں نفرت کے تھوک بھاؤ تاجروں کا تذکرہ نہیں ہوگا، یہاں بے گناہ معصوم بچوں کو آگ میں جھلسانے والوں کی بات نہیں کی جائے گی بلکہ یتیموں کے والی، بے سہاروں کے سہارا، محبوب دو جہاں، شافع محشر، ساقئ کوثر، جگر گوشۂ آمنہ، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا تذکرہ کیا جائے گا۔

جب بھی انسان نے انسان سے نفرت کی ہے   پیار ہارا ہے تباہی نے حکومت کی ہے
سخن گوئی میں طرز دل نشیں تک بات جا پہنچی   زمیں کا ذکر تھا عرش بریں تک بات جا پہنچی

خیر دوستو! میں نے آپ کا بہت وقت لے لیا، اب میں بغیر کسی تاخیر کے چاہتا ہوں کہ صدارت کا سہرا کسی عظیم شخصیت، باکمال فاضل، علم وفیضان کے سرچشمہ کے سر باندھا جائے، جن کے زیر سایہ ہمارا یہ پروگرام از اول تا آخر کامیابی کے ساتھ اپنی منزل طے کر سکے، اس کے لیے آج کے اسٹیج پر سب سے مناسب ذات کا نام نامی اسم گرامی صدارت کے لئے پیش کرتا ہوں، میری مراد سرچشمۂ اخلاق ومرُوّت، حضرت مولانا سید نفیس اکبر صاحب دامت برکاتہم شیخ الحدیث جامعہ عربیہ، ہتورا، باندہ ہیں جنہیں دنیا جانتی اور پہچانتی ہے، جو شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہ کے خاص شاگرد ہیں، اور جن کے فیض یافتہ ملک وبیرونِ ملک دینی وملی خدمات انجام دے رہے ہیں، میں اراکین بزم سے تائید کی قوی امید رکھتا ہوں۔حضرات!

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی   کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی
عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو   کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی
دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولی   ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللہ
آئینِ جواں مرداں حق گوئی وبے باکی   اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

آیئے حضرات! بغیر کسی تمہید کے اپنی محفل کا آغاز اس کلام سے کیا جائے کہ جس نے عرب کے بڑے سے بڑے فصحا وبلغا، شعراء وادبا، کو چیلنج کر کے زیر کر دیا۔

نظیر اس کی نہیں ملتی کوئی ثانی نہیں ملتا   بھلا کیوں کر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں کا
قرآن دے دیا ہے ہدایت کے واسطے   پھر کیوں بھٹک رہی ہے یہ امت رسول کی
قرآن بھی ملا ہمیں خیر الانام سے   ہم فیض پا رہے ہیں خدا کے کلام سے

آیئے! تلاوت کلام اللہ کے لئے ایسے شخص کو آپ کے سامنے لانا چاہتا ہوں جو آج آپ کو بتائیں گے کہ قرآن کی فصاحت وبلاغت اور اس کا اعجاز کیا ہے، وہ قرآن اس شان سے پڑھتے ہیں کہ ہوائیں متانت، اور پرندے سنجیدگی اختیار کر لیتے ہیں، مجمع پر ایک بے خودی طاری ہو جاتی ہے، انھوں نے درس قرآن کو اپنا مشغلہ بنایا ہے، اس طرح وہ نبی کے اس ارشاد ﴿خیر کم من تعلم القرآن

وعلّمه ﴾ کے مصداق ہیں، میری مراد قاریٔ خوش الحان استاذ شعبۂ قرأت جناب قاری فلاں صاحب دامت برکاتہم ہیں:

کچھ بھی نہیں ہے پاس ترے جب حساب میں — پھر کیا کرے گا پیش خدا کی جناب میں
پڑھنے کے ساتھ ساتھ سمجھنا بھی سیکھ لے — سب کچھ لکھا ہوا ہے خدا کی کتاب میں

(۲) اب میں اس عظیم کلام کی تلاوت کے لئے ایک ایسے عظیم اور باوقار شخصیت سے گزارش کرنا چاہتا ہوں جو قرآن کریم کو ایک ایسے مخصوص لب ولہجہ میں پڑھتے ہیں کہ ہوائیں متانت اور پرندے سنجیدگی اختیار کر لیتے ہیں، اور مجمع پر بے خودی طاری ہو جاتی ہے، اور جنھوں نے بڑے بڑے مسابقوں کو سر کیا ہے، اور جن کو لوگ استاذ القراء جناب قاری فلاں صاحب دامت برکاتہم کے نام سے جانتے ہیں، میں حضرت قاری صاحب سے بڑے ہی ادب واحترام کے ساتھ گزارش کر رہا ہوں کہ۔

قرآں کی تلاوت سے آغاز ہو محفل کا — اس نور سے پا جائیں ہم راستہ منزل کا

حضرت تشریف لائیں اور قرآن عظیم کی تلاوت باسعادت سے دلوں کو منور فرمائیں۔

حضرت قاری صاحب تلاوت کر رہے تھے دل تو چاہتا تھا کہ یوں ہی تلاوت سنتے رہیں اور رات گزر جائے لیکن بے وفا وقت نے اجازت نہیں دی۔

حضرات گرامی! قاری صاحب کی تلاوت کے بعد آیئے وہاں چلیں جہاں پہنچ کر ہر ایک اپنی ہار مان لیتا ہے، اس دیار میں چلیں جہاں ہر شہسوار اپنی عاجزی کا اعتراف کر لیتا ہے، اس ذات گرامی کی شان میں گلہائے عقیدت پیش کیا جائے کہ جس کے بارے میں کبھی حسان ابن ثابت نے کہا:

واحسنَ منک لمْ ترَقطُّ عَیْنِی — واجملَ منک لم تلدِ النساءُ
خُلقتَ مُبرّأً من کلِّ عیبٍ — کأنّک قد خُلقتَ کما تشاءُ

اور تسنیم فاروقی نے یوں کہا کہ۔

تیرے تذکرے کے قابل میری عاجزی کہاں ہے — تیرا نام ہے محمد ﷺ تیری بزم آسماں ہے
میرا کچھ نہ کر سکے گی نئے دور کی ادا سی — ابھی اے زمینِ بطحا تیری آرزو جواں ہے

میر انیس لکھنوی نے اپنی عاجزی کا اعتراف کچھ اس طرح کیا کہ:

میں کیا ہوں میری مدح ہے کیا اے شہِ شاہاں — حسانؓ و فرزدق ہیں یاں عاجز وحیراں

شرمندہ زمانے سے گئے وائل و سحباں — قاصر ہیں سخن، فہم سخن، سنج سخن داں
کیا مدح کفِ خاک سے ہو نور خدا کی — لکنت یہیں کرتی ہیں زبانیں فصحا کی

اور یہ سلسلہ جب حضرت باندوی ﴿رحمہ اللہ﴾ کے پیرو مرشد حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب (نوّر اللہ مرقدہ) ناظم مظاہر العلوم سہارن پور تک پہنچا تو انھوں نے کہا:

میں کیا جانوں کہ کیا تم ہو خدا جانے کہ کیا تم ہو — بس اتنا جانتا ہوں محترم بعد از خدا تم ہو
فصاحت کو تحیر ہے بلاغت کو پریشانی — نبوت ناز کرتی ہے کہ ختم الانبیاء تم ہو

حضرات گرامی!

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے — اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

آپ کے اخلاق کریمانہ کو دیکھ کر صرف اپنوں ہی نے نہیں بلکہ غیروں نے بھی آپ کی شان میں قصیدے پڑھے، پنڈت عاجز فانوی کہتے ہیں:

لکھی نبیوں کی یوں میں نے ثنا اول سے آخر تک — محمدؐ لکھ دیا بس ہو گیا اول سے آخر تک

ایک دوسرا شاعر یوں لب کشا ہوتا ہے:

صورت کو تری معیارِ کمالات بنا کر — دانستہ مصور نے قلم توڑ دیا

اور کوئی کہتا ہے:

محمد مصطفیٰ ممتاز ہیں یوں نبیوں اور رسولوں میں — کہ جیسے گلاب ہے ممتاز، زمانے بھر کے پھولوں میں

ملت سلامیہ کے غیور فرزندوں! بڑی بڑی ہستیاں آج کے اس اسٹیج پر موجود ہیں، جو ہمارے اکابر اور اساتذہ کے درجے میں ہیں، جن کی تقریر میں آپ دریا کی روانی اور موجوں کی طغیانی کی جھلک محسوس کریں گے، اور ان کی تقریر ہمارے مرض کی تشخیص اور ہمارے درد کا درماں ہے، اور ہماری مایوس زندگی کے لئے تسلی اور سہارا ہے، کہ جس کو علامہ اقبال نے کہا:

تو نہ مٹ جائے گا ایراں کے مٹ جانے سے — نشۂ مئے کو تعلق نہیں پیانے سے
ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے — پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے
کشتیٔ حق کا زمانے میں سہارا تو ہے — عصر نو رات ہے دھندلا سا ستارا تو ہے

(۱) بہرحال......اب آپ براہ راست گفتگو فرمائیں ہندوستان کے اس عظیم شاعر سے جسے دنیا بڑی محبتوں

سے سنتی ہے، میں زحمتِ کلام دے رہا ہوں جناب قاری فلاں صاحب کو: کہ

میں نے آواز تو دی ہے بڑے ناز کے ساتھ — تم بھی آواز ملا دو میری آواز کے ساتھ

تشریف لائیں اور اپنے کلام سے نوازیں!

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے — دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کردے

حضرات گرامی؛نعت ایسا نازک فن ہے کہ جس کو اگر کوئی نا اہل چھوتا ہے تو نعت میں یوں گفتگو کرتا ہے کہ:

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے — جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمدؐ سے

لیکن جب کوئی صاحب علم اس کو اپنا موضوع سخن بناتا ہے تو نعت اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ اس پر منکشف ہوجایا کرتی ہے، اور وہ یوں لب کشا ہوتا ہے:

بخدا خدا تو نہیں ہے وہ مگر ان پر خدا کا وہ پیار ہے — جہاں وہم کسی کا نہ پہنچ سکے وہی بلند ان کا مقام ہے

یا اس طرح......

ہے کمال رتبۂ مصطفیٰ بَلَغَ العُلیٰ بِکمالہٖ — یہ اثر ہے ان کے جمال کا کَشَفَ الدُّجیٰ بِجمالہٖ

کسی ایک ادا کی تو بات کیا حسُنت جمیعُ خِصالہٖ — وہ خدا کا جس نے پتہ دیا صَلُّوا علیه و آلہٖ

اب میں اسی قسم کی شاعری کرنے والے شاعر جناب فلاں کو آواز دے رہا ہوں: کہ

مہر تاباں تو کرنیں ڈالتا ہے ذرے ذرے پر — چمک جاتا ہے جس میں نور استعداد ہوتا ہے

کمال عاشقی ہر شخص کو حاصل نہیں ہوتا — ہزاروں میں کوئی شریں کوئی فرہاد ہوتا ہے

(۳) حضرات گرامی ......شاعری سنگ تراشی بھی ہے، اور شیشہ گری بھی، جو ان دونوں ہنر سے واقف ہو وہ شاعر بننے کا دعویدار ہوسکتا ہے کہ ذرا سی بے احتیاطی سے ایمان وعقیدہ خطرہ میں پڑ جاتا ہے، اس کے باوجود اگر کوئی باسلیقہ شاعر نعت کہتا ہے تو وہ عقیدت ومحبت کے چولہے پر ڈال کر ایسی آنچ دیتا ہے کہ نعت شرک وبدعت کی تمام آلودگیوں سے صاف وشفاف ہوکر اس کے دل پر نقش ہوجایا کرتی ہے، اور وہ یوں لب کشا ہوتا ہے: کہ

نہ کوئی داستاں ہے جس میں لطف داستاں بھر دوں — نہ افسانہ ہے جس کو جس طرح چاہوں بیان کردوں

یہ قرآنی بیاں ہے ایک کالی کملی والے کا — وہ جس کے نور سے ظلمت نے منھ دیکھا اجالے کا

اسے شمس الضحیٰ کہئے اسے بدر الدجیٰ کہئے — مگر اس کی شریعت کا ادب مانع ہے کیا کہئے

(۴) حضرات گرامی! اب میں نعت پاک پیش کرنے کے لئے ایک ایسے شاعر سے ملاقات کرانا

چاہتا ہوں جو تمام ہنگاموں پر حاوی ہوکر اس کو سنجیدگی میں تبدیل کرنے کا ہنر جانتا ہے، جو نعت پڑھتا اور لکھتا ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے شاعر عشق اور محبت رسول میں ڈوب کر اپنے ہاتھوں میں گلاب کی پنکھڑی لے کر چاند کی پیشانی پر لفظ محبت لکھ کر یوں لب کشا ہوتا ہے۔

لوگ چاند سے دیتے ہیں تشبیہ یہ بھی کوئی انصاف ہے — چاند میں پر چھائیاں ہیں چہرہ انکا صاف ہے

اب میں جناب شاعر صاحب کو زحمت سخن دے رہا ہوں کہ تشریف لائیں اور اپنے کلام سے نوازیں۔

تقریر

(۱) سامعین گرامی: آئیے وعظ وخطابت کی دنیا میں قدم رکھتے ہیں اور ایسی شخصیت کو آواز دیتے ہیں کہ جن کا نام سنتے ہی آپ کو اپنی منزل خود نظر آنے لگے گی، ایسا منفرد اور نایاب و نادر انداز کہ جس کا موجد بھی وہی اور اسی پر اس کا اختتام بھی ہے، میں بطور تمہید چار مصرعے پیش کرتا ہوں شعر

کہ محمدﷺ کا دیوانہ کم بولتا ہے — مگر بات سب محترم بولتا ہے

چلے آو جنت کا راستہ یہی ہے — محمد کا نقش بولتا ہے

میں گزارش کررہا ہوں نوجوان خطیب ماہر ادیب حضرت مولانا فلاں صاحب سے کہ:

محفل میں سو چراغ جلانے کے باوجود — جب تک نہ آپ آئے اجالہ نہ ہوسکا

تشریف لائیں اور اپنی عمدہ خطابت سے سامعین کے دلوں کو منور ومجلی فرمائیں۔

صحنِ چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا — وہ آگئے تو ساری بہاروں پے چھا گئے

(۱) سامعین گرامی!......اب آیئے وہاں لے چلوں جہاں سے آپ کو اپنی منزل خود نظر آئے گی، آیئے تقریر وخطابت کی دنیا میں اس کے لیے سب سے پہلا نام جو ہماری فہرست میں ہے وہ نواجون خطیب جناب (حضرت مولانا محمد فلاں صاحب دامت برکاتہم ہیں) میں ان سے گزارش کررہا ہوں کہ حضرت تشریف لائیں۔

محفل میں سو چراغ جلانے کے باوجود — جب تک نہ آپ آئے اجالا نہ ہو سکا

محترم حضرات!......(حضرت مولانا...... دامت برکاتہم) کی تقریر کے بعد اس علم وعرفاں کے پیکر کو

آواز دی جائے جسے یہ ہنر معلوم ہے کہ کہاں نشتر لگانا ہے، اور کہاں سماجی زندگی اور ملی زندگی کا آپریشن کرنا ہے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ اب میں (حضرت مولانا محمد فلاں صاحب) سے بڑے ہی ادب واحترام کے ساتھ گزارش کر رہا ہوں کہ:

دل بدل سکتے ہیں جذبات بدل سکتے ہیں / ملک کے فکرو خیالات بدل سکتے ہیں
دورِ موجودہ کے دن ورات بدل سکتے ہیں / یاروتم بدل جاؤ تو حالات بدل سکتے ہیں

حضرت تشریف لائیں اور اپنے مواعظ حسنہ سے سامعین کے دلوں کا تصفیہ فرمائیں کہ۔

عزیزان گرامی! یہ ذرا سا جو انتشار نظر آرہا ہے اس پر آپ کنٹرول کرلیں کیوں کہ اب میں اس خطیب کو آپ کے سامنے لانا چاہتا ہوں، جو اگر کاغذ پر پھول لکھ دے تو کاغذ خوشبو دے اٹھے، اور اگر تلوار لکھ دے تو مسلمانوں میں جذبۂ جہاد بیدار ہو جائے، دریا کی روانی موجوں کی طغیانی شبنم کی شبنم افشانی اگر کسی خطابت میں پائی جاتی ہے تو وہ عالمی شہرت یافتہ خطیب (حضرت مولانا محمد فلاں صاحب) ہیں جن کی خطابت کی گونج ہندوستان و پاکستان ہی میں نہیں بلکہ لندن اور امریکہ تک پہنچ چکی ہے، میں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ:

گلوں کی بات نہ گلے پیرہن کی بات کرو / صدیقو! آؤ کچھ علم وہنر کی بات کرو
طاہر سر کی بلندی اور سر کے لیے / کُلاہِ تاج سے پہلے کفن کی بات کرو

حضرات گرامی! اب آیئے ادب، انکساری، حیا، خلوص، کرم، وفا، پیار، صدق، عشق ووفا، جود وسخا، علم ومتانت، کو یکجا کر دیا جائے اور فرشتوں کی، ذہن میں ایک تصویر بنا کر اس کا نام رکھ دیا جائے حضرت مولانا سید فلاں صاحب دامت برکاتہم میں حضرت والا گزارش کر رہا ہوں کہ حضرت والا تشریف لائیں اور اپنی نایاب خطابت سے دلوں کو منور فرمائیں کہ:

میری جبینِ شوق تیرا آستاں رہے / تاباں خلوص و مہر وفا کا نشاں رہے
لازم ہے عرضِ شوق سے پہلے نظر اٹھے / میری وفا کے لب پہ تیری داستاں رہے

ملت اسلامیہ کے فرزندوں! اسلام کی ترجمانی کے لیے اب میں جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ کے اس سپوت اور فرزندِ ارجمند کو زحمت سخن دینا چاہتا ہوں، جو ہندوستان کے ہر صوبہ، ہر ضلع، ہر گاؤں میں پہنچا اور اپنے علم، اپنے تقوے، اپنی صلاح اور متانت وسنجیدگی کی بنیاد پر جامعہ کے تعارف کا سبب بنا

اللہ نے اسے وہ ہنر اور انداز خطابت دیا ہے کہ اگر وہ کاغذ پر پھول لکھ دے تو کاغذ خوشبو دے اٹھے اور اگر تلوار لکھ دے تو مسلمانوں میں جذبۂ شہادت بیدار ہو جائے، میری مراد مبلغ اسلام حضرت مولانا فلاں صاحب ہیں کہ:

وقت پڑنے پر ہر اک بار اٹھالیتے ہیں / گل کے شیدا ہیں یہ خار اٹھا لیتے ہیں
اور یہ وہ مصلح ہیں کہ جب ظلمت کا سر اٹھتا ہے / تو اسٹیج چھوڑ کر تلوار اٹھا لیتے ہیں

میں حضرت سے بڑے ہی ادب واحترام کے ساتھ گذارش کرتا ہوں کہ حضرت تشریف لائیں اور دلوں کو منور فرمائیں۔

آپ حضرات مطمئن رہیں ہماری اس فہرست میں ایسے ایسے خطیب ہیں جو فن خطابت میں یدطولی رکھتے ہیں، میں ان ہی فنکاروں میں سے ایسے فنکار کو زحمت کلام دے رہا ہوں کہ جو ایک مرد قلندر، مرد مجاہد، سعی پیہم اور جہد مسلسل کا خوگر ہے، اور یہ چار مصرعے تمہید کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ:

اپنے لہو سے روشن کر دیں گلیاں اس ویرانے کی / گر چہ تنگ بہت تھیں راہیں شہر وفا کو جانے کی
جان تھی اک سو وہ بھی دے دی پھر بھی رہے شرمندہ سے / دل والے خود لکھ لیں گے کہانی اس افسانے کی

مراد قائد ملت اسلامیہ، مبلغ اعظم کشتی اسلام کے ناخدا حضرت مولانا فلاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ ہیں کہ: حضرت تشریف لائیں اور دلوں میں فکر نبوت کو بیدار کرائیں۔

حضرات گرامی! اب میں ایسی شخصیت کو آواز دینے جا رہا ہوں کہ جہاں سے وعظ وخطابت بن سنور کر نکلتی ہے، جہاں خطابت دونوں زانوں تہ کر کے ادب واحترام اور مقفیٰ ومسجع لہجہ حاصل کرتی ہے، اس شخصیت کا نام ہے حضرت مولانا فلاں صاحب دامت برکاتہم میں حضرت سے گزارش کرتا ہوں کہ حضرت تشریف لائیں۔

تھی خطابت کبھی کمال میری / اب خطابت میری کرامت ہے / یا یہ کہ:

جو دل کی دوا ہے وہ دوا کیوں نہیں دیتے / اے چارہ گرو ان کو بلا کیوں نہیں دیتے

حضرات گرامی! اب میں اس خطیب کو دعوت خطابت دینے جا رہا ہوں جس نے صوبہ بہار میں جنم لیا، اور وہاں سے چل کر مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں قدم رکھا، اور دیوبند نے اسے تراش کر ایسا علمی ہتھیار بنا دیا ہے کہ جس کا نام سنتے ہی شرک وبدعت، کفر وضلالت کے ہواس باختہ ہو جاتے ہیں میں

بات کرر ہا ہوں حامئ سنت، ماحئ بدعت، حضرت مولانا فلاں صاحب گیاوی دامت برکاتہم کی کہ:

اس میں نہیں کلام کہ دیوبند کا وجود / ہندوستاں کے سر پہ ہے احسانِ مصطفٰے
تا حشر اس پہ رحمت پرور دگار ہو / پیدا کیے ہیں جس نے فدایانِ مصطفٰے
اس مدرسہ کے جذبہ عزت سرشت سے / پہنچا ہے خاص وعام کو فیضان مصطفٰے
اور گونجے گا چارکھوٹ نانوتوی کا نام / با نٹا ہے جس نے بادۂ عرفانِ مصطفٰے

حضرت تشریف لائیں اوراپنی علمی خطابت سے نوازیں۔

محترم حضرات! اب آپ کے سامنے انھیں بلانا چاہتا ہوں جوزمانہ طالب علمی سے ہی اپنی مثال آپ رہے، جب درس وتدریس کے میدان میں آئے تب بھی کوئی ان کا مقابلہ نہیں کرسکا، وعظ وخطابت کے میدا ن میں آئے تو نہ جانے کہاں سے کہاں نکل گئے آپ کے سامنے تشریف لاتے ہیں آپ انھیں دیکھیں کہ چند ہی دنوں میں ان کی خطابت عوامی دلوں کا بادشاہ بن گئی میں استاذِ گرامی قدر مولانا مفتی فلاں صاحب قاسمی اعظمی استاذ ادب عربی وفقہ سے گزارش کرر ہا ہوں کہ:

جبینِ شوق کے سجدوں میں رو برو آؤ / ہما رے سامنے آؤ تو سرخ رو آؤ
یہ میرا دل ہے اسے خا نۂ خدا سمجھو / یہاں یہ شر ط ہے آو تو با وضو آؤ

حضرت تشریف لائیں اورہمارے دلوں کومنورفرمائیں:

حضرات گرامی! اب وقت آگیا ہے کہ میں اس ذات گرامی کوآواز دیدوں کہ جن کے چہرے پر بزرگی، اعلی ظرفی، بھر پورطریقہ سے جھلکتی ہے میں نمونۂ اسلاف حضرت مولانا سید نفیس اکبراویس صاحب دامت برکاتہم شیخ الحدیث جامعہ عربیہ ہتھورابا ندہ سے، میں بڑے ہی ادب واحترام کیساتھ گذارش کرر ہا ہوں کہ حضرت تشریف لائیں اوراپنے مواعظ حسنہ سے دل کومنورومجلّٰی فرمائیں۔

تھوڑی دیر اور داستاں سن لو / سحرہوتے ہوتے نہ جانے ہم کہاں ہون گے

اب تو جام آخری پینا ہے ساقی، لہٰذا میں ملک وملت کے سپہ سالا راعظم، خلیفۂ اجل محبوب العلماء، والصلحا، حضرت مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی صاحب اطال اللہ بقاءہ وافاض فیوضہ۔ حضرت مولانا محمد فلاں صاحب دامت برکاتہم سے گزارش کرر ہا ہوں کہ حضرت تشریف لائیں اوردلوں کوجلابخشیں۔

رہ کے فاقوں میں غریبوں کوکھلانے والے / اللہ اللہ یہ محمد کے گھرانے والے

حضرات! وہ خطابت جوشیخ الاسلام حسین احمد مدنی، خطیبِ اعظم عطاء اللہ شاہ بخاری قائدِ ملت حضرت مولانا ابوالکلام ازاد کی امانت تھی ہمارے عہد میں آئی، تو وہ خطبا جنہیں یہ وراثت عظمٰی ملی جن کے سامنے بیٹھ کرہم طلبہ کچھ پڑھتے اورسیکھتے ہیں، ان میں ایک بہت ہی باوقاراور باکمال علم الٰہی اورلذت مناجات سے آشنا حضرت الاستاذ مولانا ومفتی فلاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ ورکن مسلم پرسنلا بورڈ وجنرل سیکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا ہیں، میں بہت ہی ادب واحترام کیساتھ حضرت والا سے درخواست کرتا ہوں کہ حضرت تشریف لائیں تا کہ ہمارے دلوں کووہ نور ملے جو پل صراط پرکام آسکے۔

تو اتنا محترم ہے کہ میں نے ترا وجود / آنکھوں میں باندھ رکھا ہے احرام کی طرح

متفرقات

ثنائی

کتابِ فطرت کے سرِ ورق پر جونام احمد رقم نہ ہوتا / تو نقشِ ہستی ابھر نہ سکتا وجودِ لوح وقلم نہ ہوتا
نازاں ہے جس پہ حسن، وہ حسنِ رسول ہے / یہ کہکشاں تو آپ کے قدموں کی دھول ہے
یاد مجھ کو مدینے کی فضا آتی ہے / سانس لیتا ہوں تو جنت کی ہوا آتی ہے
عہد حاضر کے جوانوں سے گزارش ہے میری / اپنے مردانہ تشخص کو نہ یوں رسوا کر
شرم کی بات ہے دلہن سے طلب کرنا جہیز / مرد ہے قوتِ بازو سے گھر پیدا کر
تری موجودگی میں تیری دنیا کون دیکھے گا / تجھے میلے میں سب دیکھیں گے، میلہ کون دیکھے گا
تم سلامت رہو ہزار برس / ہر برس کے دن ہوں پچاس برس
جہاں رہے گا وہیں روشنی لٹائے گا / کسی چراغ کا اپنا مکاں نہیں ہوتا
محفل میں سو چراغ جلانے کے باوجود / جب تک نہ آپ آئے اجالا نہ ہوسکا
آجاؤ مسکراتے ہوئے اے جانِ گلستاں / کہ چمن کا جشنِ بہاراں تم ہی سے ہے
چپ رہنا بھی ہے ظلم کی تائید میں شامل / حق بات کہو جرأتِ اظہار نہ بیچو
نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن / پھونکوں سے یہ چراغ بجھا یا نہ جائے گا

ہم سے کھیلو ہمیں سوچو ہمیں محسوس کرو   ہم کھلونے بھی کہانی بھی ،احساس بھی ہیں

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے   وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

خموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا   ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

وہ تین سو تیرہ تھے تو لرزتا تھا زمانہ   ہیں آج کروڑوں پر غلامی کے حوالے

میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر   راہ رَو آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

ٹوٹے ہوئے دلوں کو بھی حوصلہ چاہیے   کارواں کے لئے بس مقتدا چاہیے

تجھے اے مردِ مومن ہوش میں آنا مبارک   مئے توحید پی کر جوش میں آنا مبارک

ستارے توڑ کے رک جاؤں یہ ممکن نہیں مجھ سے   میرے پائے طلب کو آسماں کے پار جانا ہے

بزمِ سخن میں داد نہ دینا بھی جرم ہے   پینا ہے گر شراب تو لب کھولیے حضور

سونے والے کو جگا دے شعر کے اعجاز سے   خرمنِ باطل جلا دے شعلۂ آواز سے

حسن ہی حسن ہے کس سمت اٹھاؤں آنکھیں   نور ہی نور ہے تاحد نظر آج کی رات

ان کی تقریر میں دریا کی روانی دیکھی   غنچہ و گل کی رنگین جوانی دیکھی

ایک مرکز پہ ٹھہر پختہ خیالوں کی طرح   روک دے سیل حوادث کو جیالوں کی طرح

اٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے   مشرق ومغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

یقیں آئے یقیں کرلو میری باتیں ذہن نشیں کرلو   عہدِ حاضر کی مصلحت ہے یہ دشمنوں کو ہم نشیں کرلو

اک دور ہمارا گزرا ہے اک دور تمہارا گزرا ہے   ہم اپنی کہانی یاد کریں تم اپنی کہانی یاد کرو

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے   اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبائیں گے

اگر دنیا میں رہنا ہے تو کچھ پہچان پیدا کر   لباسِ خضر میں یاں ہزار رہزن بھی پھرتے ہیں

غیرِ حق کے سامنے مومن کا سر جھکتا نہیں   یہ وہ طوفاں ہے پہاڑوں سے جو رکتا نہیں

جب پڑا وقت گلستاں پہ تو خوں ہم نے دیا   جب بہار آئی تو کہتے ہیں تیرا کام نہیں

یہی معیارِ تجارت ہے تو اک دن تاجر   برف کے پاٹ لیے دھوپ میں بیٹھا ہوگا

منصف کی آستیں میں ہے خنجر چھپا ہوا   انصاف کرنے والا ہی قاتل ہے آج کل

مصائب میں الجھ کر مسکرانا میری فطرت ہے   مجھے ناکامیوں پر اشک افشانی نہیں آتی

آج بھی بھوکا اگر ہوگا کوئی مومن اس جہاں میں   سوچتا ہوں کیا جواب دوں گا حشر کے میدان میں

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق   یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

نہیں پالا پڑا قاتل ہم سخت جانوں سے   ہمیں بھی دیکھنا ہے تیری جلادی کہاں تک ہے

دل کے بگاڑ سے بگڑتا ہے آدمی   جس نے اسے سنوار لیا وہ سنور گیا

بشارت تیری سچی ہے تیرا وعدہ بھی سچا ہے   بس اب تو ہی محافظ ہے یہ بیوی ہے یہ بچہ ہے

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق   عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی   سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا   آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر   دیکھ غافل اپنی آنکھوں کا ذرا شہتیر بھی

تجربہ ہے ہمیں لا ہم کو قیادت دے دے   ہم نے صدیوں اسی دھرتی پہ حکومت کی ہے

میرا منہ اور سرکار مدینہ کی ثنا خوانی   مجھے معلوم ہے اپنے سخن کی تنگ دامانی

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری   آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

دنیا نے بہت ڈھونڈھا محمدؐ کا جواب   ثانی تو بہت دور ہے سایہ بھی نہ ملا

کسے معلوم حدِ منزلِ عرفاں کہاں تک ہے   پتہ ہر شخص دیتا ہے پہنچ جس کی جہاں تک ہے

خدا کے نام سے جلسے کا ہم آغاز کرتے ہیں   وہی مالک ہے ہم اس کے کرم پہ ناز کرتے ہیں

محبوب دو جہاں ہو رسالت مآب ہو   اے آمنہ کے چاند کتنے لاجواب ہو

پتھر ابالتی رہی اک ماں تمام رات   بچے فریب کھا کے چٹائی پہ سوگئے

مجھے لمحے نہیں صدیاں سنیں گی
حفاظت سے میری آواز رکھنا

سوچاند بھی چمکیں تو کیا بات بنے گی
تم آجاؤ تو اس رات کی اوقات بڑھے گی

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

یہ شکایت نہیں ، ہیں ان کے خزانے معمور
نہیں محفل میں جنہیں بات بھی کرنے کا شعور

قہر تو یہ ہے کہ کافر کو ملیں حور قصور
اور بیچارے مسلماں کو فقط وعدۂ حور

بدلا ہوا تھا رنگ گلوں کا تیرے بغیر
اک خاک سی اُڑی ہوئی سارے چمن میں تھی

درمندوں سے نہ پوچھ کہاں بیٹھ گئے
تیری محفل میں غنیمت ہے جہاں بیٹھ گئے

یہ بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنا ہار گئے تو مات نہیں

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

تم ہی قاتل تم ہی مخبر تم ہی منصف ٹھہرے
اقربا کریں میرے خون کا دعوی کس پر

ستمگر ادھر آ ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دئے گھوڑے ہم نے

ڈھونڈھوگے ہمیں ملکوں ملکوں
ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

پھونک کر اپنے آشیانے کو
بخش دی روشنی زمانے کو

رہے گا کوئی تیرے ستم کے یادگاروں میں
میرے لاشے کے ٹکڑے دفن کرنا سومزاروں میں

تو ادھر ادھر کی نہ بات کر یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا
مجھے رہزنوں سے گلا نہیں تیری رہبری کا سوال ہے

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

ہاں دکھا دے اے تصور! پھر وہ صبح وشام تو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والوں
تمھاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

جلانا ہے مجھے ہر شمع دل کو سوزِ پنہاں سے
تری تاریک راتوں کو چراغاں کر کے چھوڑوں گا

یہی آئین قدرت ہے یہی اسلوبِ فطرت ہے
جو ہے راہِ عمل پر گامزن محبوبِ فطرت ہے

رباعی

دیار یثرب میں گھومتا ہوں
نبی کی دہلیز چومتا ہوں

شراب عشق پی کر میں جھومتا ہوں
رہے سلامت پلانے والا

چمکتا رہے تیرے روضے کا منظر
سلامت رہے تیرے روضے کی جالی

ہمیں بھی عطا ہو وہ شوق ابو ذر
ہمیں بھی عطا ہو وہ جذبہ بلالی

شہنشاہِ بلاغت چلے آئیے
تاجدار فصاحت چلے آئیے

لے کر گلزارِ طیبہ کے گل کی مہک
مشکبارِ خطابت چلے آئیے

محمدؐ کی آمد بشیراً نذیراً
فصلو علیہ کثیراً کثیراً

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمین جس نے ساری ہلادی

چراغ ہی نے اجالوں کی پرورش کی ہے
چراغ ہی سے اجالے ثبوت مانگتے ہیں

ہم اہل دل سے ہماری وطن پرستی کا
وطن کو بیچنے والے ثبوت مانگتے ہیں

ٹک حرص وہوا کو چھوڑ میاں مت دیس بدیس پھرے مارا
قزاق اجل کا لوٹے ہے دن رات بجا کر نقارہ

کیا بدھیا بھینسا بیل شتر کیا گوئیں پلہ سر بھارا
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارا

چند کلیاں نشاط کی چن کر
مدتوں محوِ یاس رہتا ہوں

تجھ سے ملنا خوشی کی بات سہی
تجھ سے مل کر اداس رہتا ہوں

زباں پر مؤمنوں کے جب بھی ذکرِ تاجدار آئے
تو اس کے بعد لازم ہے کہ ذکرِ چار یار آئے

ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ باوفا جب ہوں
تو کیوں کر پھر نہ باغِ مصطفیٰ میں بہار آئے

وہ دانائے سُبُل مولائے کل ختم الرسل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادئ سینا

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

جو آج صاحب مسند ہیں کل نہیں ہوں گے
کرائے دار ہیں ذاتی مکان تھوڑی ہے

سبھی کا خون شامل ہے یہاں کی مٹی میں   کسی کے باپ کا ہندوستان تھوڑی ہے

مسلمانوں نہ گھبراؤ خدا کی شان باقی ہے   ابھی اسلام زندہ ہے ابھی قرآن باقی ہے
یہ کافر کیا سمجھتے ہیں جو اپنے دل میں ہنستے ہیں   ابھی تو کربلا کا آخری میدان باقی ہے

پردہ غفلت کا ان آنکھوں سے اٹھا دے یارب   اپنے بندوں کو رہِ راست دیکھا دے یارب
شب ہے تاریک سمندر میں بپا ہے طوفاں   ڈوبتی ناؤ کو ساحل سے لگا دے یارب

جہاں پر ذکر ہو ان کا وہاں آؤ ضرور آؤ   ملیں جو پھول گلزارِ نبی کے ان کو چن لاؤ
انہیں کی کالی کملی میں شفائے روح ہے حامد   حقیقی زندگی چاہو تو کملی سے لپٹ جاؤ

ہائے افسوس کہ قرآن تم سے چھوٹ گیا   عیش میں دامنِ ایمان تم سے چھوٹ گیا
مل رہی ہے تمہیں اپنے ہی گناہوں کی سزا   دوستو حشر کا داماں تم سے چھوٹ گیا

ہویدا آج اپنے زخم پنہاں کر کے چھوڑوں گا   لہو رو رو کے محفل کو گلستاں کر کے چھوڑونگا

جو لوگ بڑے ہیں وہ بڑے رہتے ہیں   یہ الگ بات کہ خاموش کھڑے رہتے ہیں
ایسے پیروں سے ملتا ہے ہمارا شجرہ   جن کے جوتوں میں کئی تاج پڑے رہتے ہیں

کھائی وطن کے عشق میں گولی کہاں کہاں   دشمن کے ٹینک توڑ دیے تو نے میرے جواں
باقی رہے گی حشر تلک تیری داستاں   تو شیر تھا دلیر تھا عبد الحمید خاں

میں اک دن ظلم کے چہرے کو آخر نوچ ڈالوں گا   میرے ہاتھوں میں جگنو ہیں اندھیرا کچھ نہیں کرتا
طلاطم خود بخود بے چین رہتا ہے سلامی کو   اگر تیراک اچھا ہو تو دریا کچھ نہیں کرتا

تو پکارے گا تو اے صحن حرم آئیں گے   اب ابابیلوں کے انداز میں ہم آئیں گے
لے کے آئیں گے ہاتھوں میں صداقت کا علم   یہ الگ بات کہ تعداد میں کم آئیں گے

خوف و اندیشہ وتقدیر و سزا رہنے دے   میرے ہونٹوں پہ صدا حق کی صدا رہنے دے
مالکِ روزِ مکافات کو راضی کر لے   حاکم وقت خفا ہے تو خفا رہنے دے

خرد کی شمع افروزی جنوں کی چارہ فرمائی   زمانے کو اسی اُمیؔ کے صدقہ میں سمجھ آئی

ضمیر اس در سے گر نسبت نہ رکھے لوح پیشانی   تو کشکولِ گدائی ہے چہ درویشی چہ سلطانی

تکبیر میں کلمے میں نمازوں میں اذاں میں   ہے نام الٰہی سے ملا نامِ محمدؐ
فرماتے تھے آدم کہ مجھے خلد بریں میں   لکھا ہوا طوبیٰ پہ ملا نامِ محمدؐ

تھکی ہے فکر رسا مدح باقی ہے   قلم ہے آبلہ پا مدح باقی ہے
ورق تمام ہوا مدح باقی ہے   اور عمر تمام لکھا مدح باقی ہے

دیر سے نور چلا یوں کہ حرم تک پہنچا   سلسلہ میرے گناہوں کا کرم تک پہنچا
تیری معراج محمدؐ تو خدا ہی جانے   میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

اس وادی گل کا ہر ذرہ خورشید جہاں کہلایا ہے   جو رند یہاں سے اُٹھا ہے وہ پیرِ مغاں کہلایا ہے
اس بزم جنوں کے دیوانے ہر راہ سے پہنچے یزداں تک   ہیں عام ہمارے افسانے دیوارِ چمن سے زنداں تک
سو بار سنوارا ہے ہم نے اس ملک کے گیسوئے برہم کو   یہ اہلِ جنوں بتلائیں گے کیا ہم نے دیا ہے عالم کو

ہم نے ہر دور میں تقدیسِ رسالت کے لیے   وقت کی تیز ہواؤں سے بغاوت کی ہے
توڑ کر سلسلہ رسم سیاست کا فسوں   اک فقط نامِ محمدؐ سے محبت کی ہے

کان رکھتا ہے تو دریا کی روانی پہ نہ جا   ہم نے دریاؤں کو چڑھ چڑھ کے اترتے دیکھا ہے
اے موجوں سے کھیلنے والے یوں بھی اشارہ کرتے ہیں   طوفاں ہی ابھارہ کرتے ہیں طوفاں ہی ڈبویا کرتے ہیں

الفاظ ومعانی میں تفاوت نہیں لیکن   ملا کی اذان اور مجاہد کی اذاں اور
پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں   شاہیں کا جہاں اور کرگس کا جہاں اور

اک اک آیتِ قرآں کی تلاوت کرنا   اور جان پر کھیل کر اظہارِ صداقت کرنا
جھنگ والے نے بتایا بزبان جرأت   زندگی کیا ہے تمنائے شہادت کرنا

اس نے جو لفظ سرِ سینۂ صحرا لکھا   مٹ سکے گا نہ ہواؤں سے کچھ ایسا لکھا
اس نے ایماں سے چمکتی ہوئی پیشانی پر   خون سے اپنے صحابہ کا قصیدہ لکھا

واعظِ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی   برقِ طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی　　فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے　　یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے

....

محفل کون و مکاں میں سحر و شام پھرے　　مئے توحید کو لے کر صفتِ جام پھرے
کوہ میں دشت میں لے کر تیرا پیغام پھرے　　اور معلوم ہے تجھ کو کبھی ناکام پھرے

....

کوئی کیوں کسی کا لبھائے دل　　کوئی کیوں کسی سے لگائے دل
وہ جو بیچتے تھے دوائے دل　　وہ دکان اپنی بڑھا چلے

....

غالب عمر بھر یہی بھول کرتا رہا　　دھول چہرے پر تھی آئینہ صاف کرتا رہا
دیکھ کر رنگ چمن ہو نہ پریشاں مالی　　کوکب غنچہ سے شاخیں ہیں چمکنے والی

....

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک　　ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک　　کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

....

مردم چشم زمیں یعنی وہ کالی دنیا　　وہ تمھارے شہدا پالنے والی دنیا
گرمیء مہر کی پروردہ ہلالی دنیا　　عشق والے جسے کہتے ہیں بلالی دنیا

....

اہل باطل کا ہمیشہ سے یہی ہے دستور　　حق کی آواز کسی طرح دبا دی جائے
ہے ہمیشہ سے یہی اہل وفا کا شیوہ　　زندگی راہ محبت میں لٹا دی جائے
سن لو حق گوئی سے ہم باز نہیں آئیں گے　　ہم کو اس جرم کی کتنی ہی سزا دی جائے

....

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے　　پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اکھڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے　　تیغ کیا چیز ہے ہم توپ سے لڑ جاتے تھے
نقش توحید کا ہر دل پے بٹھایا ہم نے　　زیرِ خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے

....

نعت کہتا ہوں تری آقائے من شاہِ زمن　　نام پیارا کتنا تیرا پاک تن پاکیزہ من

خندہ رو روشن جبیں، غنچہ دہن شیریں سخن　　نکہت زلف معنبر پر فدا مشک ختن
یاد سمن رشک سمن جان چمن یا جان من

....

جس کو صدیق ذات خدا نے کہا　　جس کو صدیق ہی مصطفےٰ نے کہا
اس کو صدیق ہی مرتضیٰ نے کہا　　یو ں ہی صدیق سب اولیا نے کہا
میں بھی کہتا ہوں صدیق صدیق ہے　　جو نہ صدیق مانے وہ زندیق ہے

....

وفور غم سے دو آنسو بہائیں تو بغاوت ہے　　ستم گارِ جہاں کو بھول جائیں تو بغاوت ہے
وفا داری کا افسانہ سنائیں تو بغاوت ہے　　چمن کو آشیاں کہہ کر سجائیں، تو بغاوت ہے
سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ چھیڑیں داستاں کیسے　　ہنسائیں تو بغاوت ہے رلائیں تو بغاوت ہے

....

آگیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز　　قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز　　نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندۂ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے　　تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

....

ہو لاکھوں سلام اس آقا پر دل لاکھوں جس نے جوڑ دیے　　دنیا کو دیا پیغامِ سکوں انسانوں کے رخ موڑ دیے
اس محسنِ اعظم نے الیاس کیا کیا نہ دیا ہے عالم کو　　دستور دیا منشور دیا کئی راہیں دیں کئی موڑ دیے

....

شور ہے ہوگئے دنیا سے مسلماں نابود　　ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود　　یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو　　تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

....

جس دور پہ نازاں تھی دنیا اب ہم وہ زمانہ بھول گئے　　اوروں کو جگانا یاد رہا خود ہوش میں آنا بھول گئے
اذان تو اب بھی ہوتی ہے مسجد کی فضا میں اے انور　　جس ضرب سے دل ہل جاتے تھے وہ ضرب لگانا بھول گئے
منہ دیکھ لیا آئینے میں پر داغ نہ دیکھا سینے میں　　دل ایسا لگا یا جینے میں مرنے کو مسلماں بھول گئے

....

حضور آئے تو سِرِ آفرینش پا گئی دنیا　　اندھیروں سے نکل کر روشنی میں آگئی دنیا

بجھے چہروں کا زنگ اترا سِتے چہروں پہ نور آیا حضور آئے تو انسانوں کو جینے کا شعور آیا
یتیموں اور ضعیفوں کو پنا ہیں مل گئیں آخر حضور آئے تو ذروں کو نگاہیں مل گئیں آخر

....

کتاب فطرت کے سرورق پر جو نامِ احمد رقم نہ ہوتا تو نقشِ ہستی ابھر نہ سکتا وجو دِلوح وقلم نہ ہوتا
ترے غلاموں میں بھی نمایاں تیرا عکس کرم نہ ہوتا تو بارگاہ ازل سے تیرا خطاب خیرالامم نہ ہوتا
نہ روئے حق سے نقاب اٹھتا نہ ظلمتوں کا حجاب اٹھتا فروغ بخشِ نگاہ عرفاں اگر چراغ حرم نہ ہوتا

....

سلام اس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا
سلام اس پر کہ جس کا نام لے کر اس کے شیدائی الٹ دیتے تھے تخت قیصریت اور دارائی
سلام اس پر کہ جس کے پریشاں حال دیوانے سنا سکتے ہیں اب بھی خالد وحیدر کے افسانے

....

اجل نے نہ کسریٰ ہی چھوڑا نہ دارا اسی سے سکندر سا فاتح بھی ہارا
ہر اک لے کے کیا کیا نہ حسرت سدھارا جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

....

وہ آئے جن کے آنے کی زمانے کو ضرورت تھی وہ آئے جن کی آمد کے لیے بے چین فطرت تھی
وہ آئے نغمۂ داؤد میں جن کا ترانہ تھا وہ آئے گریہ یعقوب میں جن کا فسانہ تھا
وہ آئے جن کی خاطر مضطرب تھی وادئ بطحیٰ وہ آئے جن کے قدموں کے لیے کعبہ ترستا تھا
وہ آئے جن کو حق نے گود کی خلوت میں پالا تھا وہ آئے جن کے دم سے عرشِ اعظم پر اُجالا تھا

....

چشمِ اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری ہے ابھی محفلِ ہستی کو ضرورت تیری
زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری کوکبِ قسمتِ امکاں ہے خلافت تیری
وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے
ہے تُنک مایہ تو ذرے سے بیاباں ہوجا نغمۂ موج سے ہنگامۂ طوفاں ہوجا

ہو نہ یہ پھول ،تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو چمنِ دھر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ ساقی نہ ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا اِستادہ اسی نام سے ہے نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

....

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے نقش روئے محمدؐ بنایا گیا پھر اسی نقش سے مانگ کر روشنی بزمِ کون ومکاں کو سجایا گیا
وہ محمد بھی احمد بھی محمود بھی ذاتِ مطلق کا شاہد بھی مشہود بھی
علم و حکمت میں وہ غیر محدود بھی ظاہراً امیوں میں اُٹھایا گیا
اُس کی شفقت ہے بے حد و بے انتہا اُس کی رحمت تخیل سے بھی ماوراء
جو بھی عالم جہاں میں بنایا گیا اس کی رحمت سے اس کو سجایا گیا
حشر کا غم ہو قاسم مجھے کس لیے ''میرا آقا ہے وہ میرا مولا ہے وہ''
جس کے دامن میں جنت بسائی گئی جس کے ہاتھوں سے کوثر لٹایا گیا

....

صہبائے عقیدت کے پیمانے ہزاروں ہیں محبوب رسالت کے میخانے ہزارواں ہیں
کاشانۂ عالم میں ہے یہ بات عیاں سب پر کاندھوں پے کفن ڈالے مستانے ہزاروں ہیں
گستاخ زبانوں کو یہ کاٹ کے رکھ دیں گے دنیا میں محمدؐ کے دیوانے ہزاروں ہیں

....

اپنے مرکز سے اگر دور نکل جاؤ گے خاک ہو جاؤ گے افسانوں میں کھو جاؤ گے
اپنے پرچم کا رنگ بھلا مت دینا سرخ شعلوں سے جو کھیلو گے تو جل جاؤ گے
تیز قدموں سے چلو اور تصادم سے بچو بھیڑ میں سست چلو گے تو کچل جاؤ گے
ہم سفر ڈھونڈو نہ کسی کا سہارا چاہو ٹھوکریں کھاؤ گے تو خود ہی سنبھل جاؤ گے

....

باندوی دلوں کو جِلاتا رہا اخوت کے پرچم اڑاتا رہا
ہوا جب کبھی ذکرِ مِہر و وفا بڑی دیر تک یاد آتا رہا

....

وہی یونان کہلاتا تھا جو تہذیب کی دنیا وہی روئے زمین پر آج تھا تخریب کی دنیا
یہ تحقیق وتجسس کا جہاں تھا آج ویرانہ فلاطوں کی خرد سقراط کی دانش تھی افسانہ

غرض دنیا میں چاروں سمت اندھیرا ہی اندھیرا تھا — نشانِ نور گم تھا اور ظلمت کا بسیرا تھا
کہ دنیا کے افق پر دفعتاً سیلابِ نور آیا — جہانِ کفر و باطل میں صداقت کا ظہور آیا
حقیقت کی خبر دینے بشیر آیا نذیر آیا — شہنشاہی نے جس کے پاؤں چومے وہ فقیر آیا
مبارک ہو زمانے کو کہ ختم المرسلین آیا — سحابِ رحم بن کر رحمتہ اللعالمین آیا

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے — ہم سے کب پیار ہے ہاں نیند تمہیں پیاری ہے
طبعِ آزاد پے قیدِ رمضاں بھاری ہے — تم ہی کہدو یہی آئینِ وفا داری ہے
قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں — جذبہ با ہم جو نہیں محفلِ انجم بھی نہیں
جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو — نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو
بجلیاں جن میں ہوں آسودہ وہ خرمن تم ہو — بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو
ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے — کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا — مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا — وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ — یتیموں کا والی غلاموں کا مولا
خطا کار سے در گزر کرنے والا — بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کو زیر وزبر کرنے والا — قبائل کو شیر و شکر کرنے ولا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا — اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں — اک روز جھلک نے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں
گر ارض وسماں کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو — یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں
جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا — وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں
وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکان فلسفہ سے — ڈھونڈھے سے ملےگی عاقل کو قرآن کے تیسوں پاروں میں

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکرؓ وعمرؓ عثمانؓ وعلیؓ — ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے — جنھیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے دریا و صحرا — سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
کرتی ہے عالم سے بیگانہ دل کو — عجب چیز ہے لذتِ آشنائی
شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن — نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

چلی تھی اک ضعیفہ جستجوئے حال کرنے کو — کسی اچھی خبر کا بڑھ کر استقبال کرنے کو
گئے تھے جنگ میں، اس کے برادر اور شوہر بھی — نچھاور کر دیے تھے اس نے فرزندوں کے گوہر بھی
ملے ان سب کے رستے میں شہادت کے پیام اس کو — سناتے ہی سناتے جا رہے تھے خاص وعام اس کو
مگر اس کی زباں پر ایک ہی اسمِ گرامی تھا — اسی کا نامِ نامی تھا جو مظلوموں کا حامی تھا
بھائی کا نہ بیٹوں کا نہ شوہر کا خیال آیا — رسول اللہ کیسے ہیں یہی لب پر سوال آیا
کہا چل کر دکھا دو مجھ کو صورت کملی والے کی — میری تاریک آنکھوں کو ضرورت ہے اجالے کی
نظر آیا کہ جلوہ فگن نورِ تجلی ہے — پکار اٹھی، کہ اب میری تسلی ہی تسلی ہے

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوبِ سبحانی — سلام اے فخرِ موجودات فخرِ نوعِ انسانی
سلام اے ظلِ رحمانی سلام اے نورِ یزدانی — ترا نقشِ قدم ہے زندگی کی لوحِ پیشانی
سلام اے سرِّ وحدت اے سراجِ بزمِ ایمانی — زہے یہ عزت افزائی، زہے تشریف ارزانی
ترے آنے سے رونق آ گئی گلزارِ ہستی میں — شریکِ حالِ قسمت ہو گیا پھر فضلِ ربانی
سلام اے صاحبِ خلقِ عظیم، انساں کو سکھلائے — یہی اعمال پاکیزہ، یہی اشغال روحانی
تری صورت، تری سیرت، ترا نقشہ، ترا جلوہ — تبسم، گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی
اگرچہ فقر فخری رتبہ ہے تیری قناعت کا — مگر قدموں تلے ہے فرکسرائے وخاقانی
زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازی بندی کا — بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی

زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہو جائے — ترے پرتو سے مل جائے ہر اک ذرہ کو تابانی
حفیظِ بے نوا ابھی ہے گدئے دامنِ دولت — عقیدت کی جبیں تیری، مروت سے ہے نورانی
ترا در ہو، مرا سر ہو، مرا دل ہو، ترا گھر ہو — تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی
سلام اے آتشیں زنجیرِ باطل توڑنے والے — سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

....

خیاباں میں ہے منتظر لالہ کب سے — قبا چاہیے اس کو خونِ عرب سے
کیا تونے صحرا نشینو کو یکتا — خبر میں، نظر میں، اذ انِ سحر میں
طلب جس کی صدیوں سے تھی زندگی کو — وہ سوز اس نے پایا انھیں کے جگر میں
کشادِ درِ دل سمجھتے ہیں اس کو — ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں
دلِ مردِ مومن میں پھر زندہ کر دے — وہ بجلی، کہ تھی نعرۂ لا تذر میں
عزائم کو سینے میں بیدار کردے — نگاہِ مسلماں کو تلوار کر دے

....

مسجد تو بنادی، شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے — من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا
کیا خوب امیرِ فیصل کو سَنُّوسی نے پیغام دیا — تو نام ونسب کا حجازی ہے پر دل کا حجازی بن نہ سکا
تر آنکھیں تو ہو جاتی ہیں پر کیا لذت اس رونے میں — جب خونِ جگر کی آمیزش سے اشک پیازی بن نہ سکا
اقبال بڑا اُپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے — گفتار کا یہ غازی تو بنا کردار کا غازی بن نہ سکا

....

قناعت نہ کر عالم رنگ وبو پر — چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں
اگر کھوگیا اک نشیمن تو کیا غم! — مقاماتِ آہ وفغاں اور بھی ہیں
تو شاہیں ہے، پرواز ہے کام تیرا — ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں
اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا — کہ ترے زمان ومکاں اور بھی ہیں
گئے دن، کہ تنہا تھا میں انجمن میں — یہاں اب مرے رازداں اور بھی ہیں
وہی بت فروشی وہی بت گری ہے — سنیما ہے یا صنعتِ آزری ہے

....

کچھ کفر نے فتنے پھیلائے کچھ ظلم نے شعلے بھڑکائے — سینوں میں عداوت جاگ اٹھی انسان سے انساں ٹکرائے
پامال کیا برباد کیا کمزور کو طاقت والوں نے — جب ظلم وستم حد سے گزرے تشریف محمدؐ لے آئے
رحمت کی گھٹائیں لہرائیں، دنیا کی امیدیں بر آئیں — اکرام وعطا کی بارش کی، اخلاق کے موتی برسائے
تہذیب کی شمعیں روشن کیں اونٹوں کے چرانے والوں نے — کانٹوں کو گلوں کی قیمت دی ذروں کے مقدر چمکائے
اللہ سے رشتہ کو جوڑا، باطل کے طِلسموں کو توڑا — خود وقت کے دھارے کو موڑا، طوفاں میں سفینے تیرائے
تلوار بھی دی، قرآں بھی دیا، دنیا بھی عطا کی عقبی بھی — مرنے کو شہادت فرمایا جینے کے طریقے سکھلائے
مکہ کی زمیں اور عرش کہاں پل بھر میں کہاں دم بھر میں کہاں — پتھر کو عطا کی گویائی اور چاند کے ٹکڑے فرمائے
مظلوموں کی فریاد سنی مجبوروں کی غم خواری کی — زخموں پہ خنک مرہم رکھے بے چین دلوں کے کام آئے
عورت کو حیا کی چادر دی غیرت کا غازہ بھی بخشا — شیشوں میں نزاکت پیدا کی کردار کے جوہر چمکائے
توحید کا دھارا رک نہ سکا اسلام کا پرچم جھک نہ سکا — کفار بہت کچھ جھنجھلائے، شیطاں نے ہزاروں بل کھائے
اے نامِ محمد صل علی ماہر کے لئے تو سب کچھ ہے — ہونٹوں پہ تبسم بھی آیا آنکھوں میں بھی آنسوں بھر آئے

....

دمِ تقریر تھی مسلم کی صداقت بیباک — عدل، اس کا تھا قوی، لوثِ مراعات سے پاک
شجرِ فطرتِ مسلم تھا حیا سے نم ناک — تھا شجاعت میں وہ اک ہستیٔ فوق الادراک
ہر مسلماں رگ باطل کے لئے نشتر تھا — اس کے آئینہ ہستی میں عمل جو ہر تھا
جو بھروسہ تھا اسے قوت بازو پر تھا — ہے تمھیں موت کا ڈر اس کو خدا کا ڈر تھا
باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو — پھر پسر قابلِ میراثِ پدر کیوں کر ہو
ہر کوئی مست مئے ذوقِ تن آسانی ہے — تم مسلماں ہو یہ اندازِ مسلمانی ہے
حیدری فقر ہے نے دولتِ عثمانی ہے — تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے
وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر — اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

تمت بالخیر بتوفیق الملک العزیز العلام